ووٹ (رائے) کی فقہی حیثیت

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے میں

اسلامی نظریاتی کونسل نے ہزاروں اہم فقہی وقانونی مسائل پر اپنے مختلف اجلاسوں میں گفتگو کی ہے اور اپنے فاضل اراکین کی آراء کے نتیجہ میں ایک اجتماعی رائے قائم کر کے سفارشات کی صورت میں پیش کی ہے یہ سفارشات چونکہ عام افراد تک کم پہنچی ہیں اگر چہ اہل علم کے علم میں ہیں تاہم عمومی تاثر یہ ہے کہ کونسل نے اب تک کیا کیا ہے؟ اس تاثر کے ازالہ اور اس کی اہم فقہی امور میں کاوشوں سے اپنے قارئین کی آگاہی کے لئے مجلّہ فقہ اسلامی میں ایک سلسلہ شروع کیا جارہا ہے تاکہ کونسل میں مختلف اوقات میں شامل جید علماء کرام کی کاوشوں سے استفادہ ممکن ہو......اور کونسل کی علمی وفقہی کاوشوں سے آگاہی بھی رہے......چنانچہ اس سلسلہ میں ۱۹۸۱ میں کونسل نے ووٹ کی شرعی وفقہی حیثیت پر جو گفتگو کی اور جو حتمی رائے پیش کی اس کا اقتباس کونسل کی رپورٹ برائے سال ۸۲......۱۹۸۱ سے پیش خدمت ہے۔واضح رہے کہ جن اجلاسوں میں اس موضوع پر گفتگو رہی ان میں درج ذیل علماء کرام شامل تھے......مولانا منتخب الحق قادری، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا محمد عبید اللہ، مولانا قاضی سعد اللہ محمد حسنی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا عبدالغفار حسن، مولانا طالب جوہری، جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ودیگر اہل علم......

انتخابات کے ضمن میں ووٹ کی فقہی حیثیت کا تعین بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔چنانچہ ووٹ (رائے) کی فقہی حیثیت کے بارے میں دو نقطہ نظر سامنے آئے۔ایک نقطہ نظر یہ کہ ووٹ شہادت ہے۔یعنی ووٹر اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ جس رکن شوریٰ کو وہ اپنے ووٹ کے ذریعے ایوان نمائندگان میں بھیج رہا ہے وہ امور مملکت کے چلانے اور امت مسلمہ کی نمائندگی کرنے کا اہل ہے۔اس لحاظ سے ووٹر میں وہ تمام شرائط پائی جانی چاہئیں جو شاہد کے لئے متعین ہیں یعنی اسلام، عدالت (عادل ہونا) ضبط، (احتیاط) بصیرت اور حالات کا علم، نیز جس طرح شاہد کی ''عدالت،، کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لئے بعض ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں اس طرح ووٹر کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جانی چاہئیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

دوسرا نقطہ نظر ووٹ کی فقہی حیثیت کے بارے میں یہ ہے کہ ووٹ درحقیقت توکیل ہے جس کی فقہ اسلامی میں دو قسمیں ہیں۔

(الف)توکیل تنفیذ (ب)توکیل تفویض

اور ووٹ دراصل توکیل تفویض ہے،چونکہ ہر مسلمان اصولی طور پر امور مملکت میں شرکت کا حقدار ہے لیکن وہ عملا اپنی شرکت کو بروئے کار نہیں لاسکتا اس لئے وہ اپنے امور مملکت میں شرکت کا حق اپنے وکیل کو تفویض کر دیتا ہے اور اس طرح وہ وکیل یا نائب مجلس شوری میں درحقیقت اپنے رائے دہندگان کی طرف سے تفویض کردہ حق کو استعمال کرتا ہے۔

اگرچہ ووٹ فقہی لحاظ سے توکیل تفویض ہے لیکن اس میں ایک پہلو شہادت کا بہرحال موجود ہے،یعنی رائے دہندگان جہاں اپنے نمائندے کو رائے دہی کے لئے وکیل مقرر کرتا ہے وہاں فی المعنی وہ یہ شہادت بھی دیتا ہے کہ اس کا مقرر کردہ وکیل امور مملکت کے چلانے اور اس میں مشورہ دینے کا اہل ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے بالاتفاق یہ رائے قائم کی کہ ووٹ درحقیقت ''توکیل تفویض متضمن شہادت و مستلزم ولایت ہے۔(یعنی ووٹ کے ذریعے نمائندہ کو اپنا وکیل بنایا جاتا ہے جس میں ایک پہلو شہادت کا داخل ہے اور دوسرا پہلو اس شخص کو اپنا ولی مقرر کرنے کا ہے)

بالغ رائے دہی

بالغ رائے دہی کے موضوع پر بحث کے دوران مندرجہ ذیل دو آراء سامنے آئیں۔

اولا۔یہ کہ بالغ رائے دہی کے لئے قرآن پاک کی آیت کریمہ ''وامرھم شوری بینھم،، میں 'بینھم،، کی ضمیر تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔یعنی حکومت کے تمام معاملات اور مسائل عام مسلمانوں کے اجتماعی مشورہ سے طے پائیں گے،اور ایسے معاملات کے متعلق مشاورت میں امت مسلمہ کے سب افراد شریک ہوں گے جیسا کہ خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں خلفاء بیعت کے ذریعے عوام کا اعتماد حاصل کرتے رہے ہیں۔

ثانیا۔یہ کہ مشورہ کا تعلق اصحاب [illegible] سے ہے اور رائے ان لوگوں سے لی جانی چاہیے جو رائے دینے کے اہل ہوں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد انہی اصحاب حل وعقد کی

☆امپورٹ Import استیراد.........اور Export تصدیر ہے ☆

رائے سے ہوا تھا۔لہذا یہ سمجھنا چاہئے کہ بالغ رائے دہی کا تصور ”مغربی تصور،، ہے اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

تفصیلی بحث کے بعد کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ:۔

درحقیقت امور مملکت میں اصحاب حل وعقد کے مشورے کے ساتھ ساتھ عوام کی رائے کی شمولیت اسلام کا عین تقاضا ہے۔چونکہ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی نص موجود نہیں جو امت مسلمہ کے عام افراد کی امور مملکت میں شرکت سے مانع اور ان کی رائے دہی کے تصور کے بالکلیہ برخلاف ہو،لہذا بالغ رائے دہی اسلام کے خلاف نہیں بلکہ ”وامرھم شوری بینھم ،،کی تکمیل ہے۔یہ امر قرآن پاک آیت کریمہ اور خلفائے راشدین کے انتخاب سے بھی پوری طرح واضح ہوجاتا ہے۔

عورتوں کا حق رائے دہی

عورتوں کو حق رائے دہی حاصل ہونے کے بارے میں درج ذیل آراء کونسل کے زیر غور آئیں۔

عورتوں کو رائے دہی کا حق حاصل نہیں ہے۔کیونکہ حدیث مبارکہ ہے”اذا کان امورکم الی نسآءکم فبطن الارض خیر من ظھرھا،،۔

ترجمہ:جب تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوجائیں تو زمین کا اندرونی حصہ تمہارے لئے اس کے بیرونی حصے سے بہتر ہے۔(۱)

مذکورہ بالا حدیث مبارک کے ضمن میں یہ بات بھی زیر غور آئی کہ اگر عورتوں کی علیحدہ مجلس شوری ہو،جس میں وہ اپنے ہی معاملات میں رائے دے سکیں تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ روایت ہے کہ:

”حضرت اسماء بنت یزید خواتین کی نمائندہ کی حیثیت سے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت

رفیق البرکات لاھل الزکاۃ

زکوۃ کے قدیم وجدید مسائل کا احاطہ کرنے والی، نئے انداز کی کتاب

زکوۃ کے مسائل............تالیف مفتی محمد رفیق الحسنی

ناشر: جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستانِ جوہر بلاک ۱۵ کراچی

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب (سنن ابو داود و ترمذی)

میں حاضر ہوئی تھیں۔،، (ابن عبدالبر۔الاستیعاب، ج۴:ص۲۳۲)

دوسری رائے یہ تھی کہ عورتوں کوحق رائے دہی حاصل ہے کیوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استصواب کیاتو عورتوں سے بھی رائے لی تھی اوراس طریقہ انتخاب پراجماع صحابہ ہے۔نیز علامہ ابن حجرعسقلانی فرماتے ہیں کہ:۔

’’مراده بذلک ماوقع بین علی و معاويةمن القتال فی صفين يوم اجتماع الناس علی الحكومةبينهم فيما اختلفوفيه فراسلوابقاياالصحابة من الحرمين وغيرهماوتواعدواعلی الاجتماع لينظروافی ذلک،فشاورابن عمراخته فی التوجه اليهم اوعدمه فاشارت عليه باللحاق بهم خشية ان ينشامن غيبة اختلاف يفضی الی استمرار الفتنة. (ابن حجر۔فتح الباری ۔ج۳،ص۴۰۶بیروت)

ترجمہ: مطلب یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اورحضرت معاویہؓ کے درمیان ہونے والی جنگ صفین کے بعدہونے والی تحکیم کے وقت جب لوگ جمع ہوئے اورحرمین وغیرہ میں موجودصحابہ سے مراسلت کی گئی اوراس اجتماع میں حاضر ہونے کے مواعیدہوئے تاکہ سب اس معاملہ پرغورکریں،اس پرحضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہمانے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہاسے مشورہ کیا کہ وہاں جائیں یانہ جائیں۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہانے مشورہ دیا کہ آپ ان سے جاکرمل جائیں کہیں آپ کی غیرموجودگی سے ایسا اختلاف نہ پیداہوجائے جس سے فتنہ پھیل جائے،،۔

کافی غوروفکر کے بعدکونسل اس نتیجے پرپہنچی کہ اگرچہ عورتوں کے ووٹ کےحق کے بارے میں موافق اورمخالف دونوں دلیلیں پیش کی گئی ہیں،لیکن ہمیں دوشروں میں سے کم ترکواپنانے کے اصول پرعمل کرتے ہوئےعورتوں کےحق رائے دہی کی تائیدکرنی چاہیے۔لہذا کونسل بکثرت رائے یہ سفارش کرتی ہے کہ:۔

’’عورتوں کوحق رائے دہی حاصل ہوناچاہئےلیکن اگروہ چاہیں تواپناووٹ بجائےخودڈالنے کےاپنے کسی محرم کےذریعے ڈلواسکتی ہیں،،۔

غیرمسلموں کاحق رائے دہی

غیرمسلموں کوحق رائے دہی حاصل ہونے کے بارے میں دوآراء زیرغورآئیں۔پہلی رائے یہ سامنے

☆امپورٹ Import اتیراد.........اور Export تصدیر ہے ☆

آئی کہ ان کو اسلامی ریاست میں رائے دینے کا حق حاصل ہے۔البتہ ان کا یہ حق تمدنی معاملات،انتظامی اموراوران کے اپنے معاملات تک محدود ہونا چاہیے۔اور یہ کہ وہ مسلمان سربراہ کے عزل ونصب میں رائے دینے کے مجاز نہ ہوں۔

غیرمسلموں کو حق رائے دہی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک غیرمسلم قبطی شخص مصرابن یامین کے بارے میں تحریر فرمایا کہ وہ ملکی معاملات میں اس سے مشورہ لیں۔

''کتب عمر الی عمرو بن العاص ان یستشیرہ فی امور الحکومة،،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ امور حکومت میں اس سے مشورہ لیں)

غیرمسلموں کے حق رائے دہی کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دی گئی کہ پاکستان بزورشمشیر فتح نہیں ہوا بلکہ صلحاً حاصل کیا گیا ہے،اس لئے غیرمسلموں کو وہ تمام حقوق دیئے جائیں گے جو اس معاہدہ صلح کے تحت ان کو ملنے چاہئیں۔جس کا اظہار قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا تھا۔

دوسری رائے یہ پیش کی گئی کہ اسلامی ریاست میں غیرمسلموں کو حق رائے دہی حاصل نہیں ہے، کیونکہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اس لئے انہیں حق رائے دینا درست نہیں ہوگا۔

غیرمسلموں کو حق رائے دہی نہ دینے کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت دلیل میں پیش کی گئی:۔

''یآیھاالذین امنوا لاتتخذوا بطانةمن دونکم لایالونکم خبالا،،(آل عمران ۱۷۸)

(اے ایمان والو!نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ سلف اپنے نقطہ نظر کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے تھے کہ غیرمسلموں سے ولایت وحکومت میں مشورہ نہ لیا جائے۔اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ

''نھی اللہ تعالٰی المؤمنین بھذہ الایة ان یتخذوا من الکفار والیھود واھل الاھواء دخلاء وولجاء یضاء بضوئھم فی الاراء ویستندون الیھم امورھم ،،(القرطبی۔ج۴:ص۱۷۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو منع فرمایا ہے کہ کافروں ،یہودیوں اوراہل اہوا،کو اپنے معاملات میں دلیل نہ بنائیں کہ ان کی روشنی سے روشنی حاصل کریں اوراپنے امور میں ان کی رائے کا سہارا لیں۔

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود وترمذی)

نیز ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک غیر مسلم لڑکا ہے، جو بڑا اچھا کاتب ہے، اگر آپ اس کو اپنا میر منشی بنالیں تو بہتر ہوگا اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”قداتخذت اذا بطانة من دون المؤمنين ،،

یعنی میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو رازدار بنالوں گا، جو نص قرآنی کے خلاف ہوگا۔

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ جو پانچویں صدی کے مشہور عالم اور مفسر ہیں، بڑی حسرت اور درد کے ساتھ مسلمانوں میں اس تعلیم کی خلاف ورزی اور اس کے نتائج بد کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:۔

”وقدانقلبت الاحوال فی هذه الازمان باتخاذاهل الكتب كتبةوامناء وتسودوابذلك عندجهلةالاغنياء من الولاة والامرآء ،،

یعنی اس زمانہ میں حالات میں ایسا انقلاب آیا ہے کہ یہود ونصاری کو رازدار وامین بنالیا گیا اور اس ذریعہ سے وہ جاہل اغنیاء وامراء پر مسلط ہوگئے۔

روس اور چین میں کسی ایسے شخص کو جو کمیونزم پر ایمان نہ رکھتا ہو کسی ذمہ دار عہدہ پر فائز نہیں کیا جاتا اور اس کو مملکت کا رازدار اور مشیر نہیں بنایا جاتا۔ اسلامی مملکتوں کے زوال کی داستان پڑھیے تو زوال کے دوسرے اسباب کے ساتھ بکثرت یہ بھی ملے گا کہ مسلمانوں نے اپنے امور کا رازدار اور معتمد غیر مسلموں کو بنالیا تھا۔

سلطنت عثمانی کے زوال میں بھی اس کو کافی دخل تھا۔

نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

”لاتستضیئوا بنار المشركين ،،

(کہ مشرکین کی آگ سے روشنی نہ حاصل کرو) یعنی ان سے مشورہ نہ لو) (المقدسی، کتاب الاداب الشرعیہ، ص ۴۷)

چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل بکثرت رائے سفارش کرتی ہے کہ:۔

”ایک اسلامی ریاست کی شوری میں ازروئے قرآن وسنت غیر مسلم رکن نہیں ہوسکتے، ان سے امور مملکت میں مشورہ لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ وہ اپنے سے متعلق معاملات وحقوق میں مشورہ دینے کے مجاز

☆ اسلامی بنکاری کی اصطلاح میں بینکنگ پول (Banking Pool) کو تکافل مصرفی کہا جاتا ہے ☆

ہیں۔اور اس غرض کے لئے ان کی علیحدہ مجلس شوری بنائی جاسکتی ہے،،۔

جداگانہ انتخاب

امت مسلمہ کا جداگانہ تشخص ہمارے ایمان اور عقیدے کی اساس ہے اور پاکستان بھی اسی عقیدے کے مظہر کے طور پر وجود میں آیا تھا،اور مشرقی پاکستان کے سقوط کے عوامل میں سے ایک عامل اس نظریہ کو پس پشت ڈال دینا بھی تھا۔اس لئے اسلامی نظریاتی کونسل نے باتفاق رائے طے کیا کہ جداگانہ انتخابات ہونے چاہئیں۔

شرائط رائے دہندگان

کونسل نے عام رائے دہندگان (voters) کی شرائط کے بارے میں غور کیا،اور بالاتفاق اس نتیجہ پر پہنچی کہ تمام ووٹرز کی عمر کم ازکم ۲۱ سال ہو۔اور وہ اس حد تک پڑھنا لکھنا جانتا ہو کہ امیدوار کا نام پڑھ سکتا ہو،اور اپنا نام بھی لکھ سکتا ہو۔

کونسل مزید سفارش کرتی ہے کہ ووٹ کی پرچی پر عربی رسم الخط میں صرف امیدوار کا نام لکھا جائے اور کسی قسم کا نشان نہ ہوتا کہ ووٹر نام پڑھ کر نشان لگائے۔

کونسل نے یہ بھی سفارش کی کہ رائے دہندہ قذف یا جھوٹی شہادت میں سزایافتہ نہ ہو اور اس پر کوئی حد جاری نہ کی گئی ہو۔

مجلس شوری کا قیام،اس کی اہمیت اور حیثیت

اس امر میں دورائیں نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کا سیاسی نظام شورائی ہے۔کیونکہ اسلام امور مملکت میں مشاورت کو لازمی قرار دیتا ہے۔چنانچہ کونسل اس لزوم کے تکمیل کی غرض سے ارباب حل وعقد پر مشتمل مجلس مشاورت کے قیام کی سفارش کرتی ہے۔

اسلام کے علمائے عمرانیات نے صراحت کے ساتھ ان قانونی غایتوں کو جن کا تعلق شوری سے ہے ،واضح کرتے ہوئے لکھاہے کہ شوری سے رائے عامہ اپنی اجتماعی صورت میں ظاہر ہوجاتی ہے،اور رائے عامہ کا اطمینان بھی حاصل ہوجاتا ہے۔نیز شوری سے مدبرانہ غور وفکر کی طرف رہنمائی ہوجاتی ہے اور درست نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔اور اس طرح حکومت کو اعلی رہنمائی سے مستفید

ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔

شوریٰ کی اسلام میں اہمیت

شوریٰ اسلامی حکومت کا خاصہ لازمہ ہے اور امامت کبریٰ کے عہد کے لئے ایک لازمی وصف ہے۔اسلامی حکومت کا یہ شورائی طریقہ کار دنیا کے تمام جمہوری اور پارلیمانی نظام ہائے حکومت کے لئے ایک عملی نمونہ اور ایک قابل تقلید منہاج ہے۔شوریٰ کی اہمیت اور اسلام کے نظام حکومت میں اس کی اصولی حیثیت کی خود قرآن پاک سے واضح طور پر نشان دہی ہوتی ہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:۔

"وشاورهم في الامر "۔(آل عمران ۱۵۹)

(اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو)

"وامرهم شورى بينهم "(شوریٰ ۳۸)

(اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں)

امام سید رشید رضا اپنی تفسیر المنار میں شوریٰ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"فان الخير في تربيتهم على المشاورة بالعمل دون العمل براى الرئيس وان كان صوابا،لما في ذلك من النفع لهم في مستقبل حكومتهم ان اقاموا هذا الركن العظيم (المشاورة)فان الجمهور ابعد عن الخطاء من الافراد في الاكثر والخطر على الامة في تفويض امرها الى الرجل الواحد اشد واكبر قال الاستاذ الامام ليس من السهل ان يشاور الانسان ولاان يشيروا اذا كان المستشارون كثارا كثير النزاع وتشعب الراى ولهذه الصعوبة والوعورة امر الله تعالى نبيه ان يقرر سنة المشاورة في هذه الامة بالعمل فكان صلى الله عليه وسلم يستشير اصحابه باللطف ويصغى الى كل قول ويرجع عن رايه الى رايهم ."

(امام رشید رضا. تفسير المنار. ج۴. ص ۱۹۹ .القاهره)

(مکمل بھلائی کا امر یہی تھا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سربراہ رائے پر عمل کرنے کی تائید کی بجائے انہیں مشورے پر عمل کرنے کی تربیت دی ،کیونکہ آئندہ آنے والی حکومتوں میں مسلمانوں کے لئے مشورہ ہی مفید اصول کی تربیت ثابت ہوسکتا تھا اور اس مشورے کے اصول کی بنیاد یہ ہے کہ فردکی

بنسبت جمہور (زیادہ تعداد میں افراد) کی رائے میں غلطی کا احتمال کم ہوگا اور امت کو اپنے معاملات شخص واحد کو سپرد کر دینے میں جو خطرات ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو جمہور سے مشورے کے بعد طے کرنے میں ہو سکتے ہیں۔ ہمارے استاد الامام (شیخ محمد عبدہ) فرماتے ہیں کہ مشورہ بجائے خود ایک سہل امر نہیں، اور یہ طے کرنا دشوار ہے کہ کس سے مشورہ کیا جائے اور کس سے نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ افراد جن سے مشورہ کیا جا رہا ہے کثیر تعداد میں ہوں تو اس میں دشواریاں اور دقتیں اور آراء کا اختلاف بڑھ جائے گا۔ اس لئے اللہ سبحانہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ وہ عمل مبارک کے ذریعے مشورے کے اصول کو قائم کریں۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے بڑی نرمی اور محبت کے ساتھ مشورہ کیا کرتے تھے۔ ان کی رائے کو توجہ سے سنتے اور اس پر عمل فرماتے تھے،،۔

جناب نبی کریم ﷺ اہل الرائے اور پختہ کار لوگوں سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر مشورہ فرمایا اور احد کے موقع پر بھی مشورہ فرمایا۔ اور آپ ﷺ امت کے تمام معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ الا یہ کہ کسی معاملہ میں حتمی وحی نازل ہو جاتی، تو آپ ﷺ وحی کے مطابق حکم نافذ فرماتے۔ آپ ﷺ اس قدر کثرت سے مشورہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:۔

ما رایت احدا اکثر مشورۃ من اصحابه من النبی صلی اللہ علیه وسلم،،۔

(میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو، جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔) (فتح الباری جلد ۱۳۔ صفحہ ۲۸۶)

غرض یہ کہ قرآن کریم میں مندرجہ بالا دونوں مواقع پر شوری کا ذکر ان امور کے متعلق کیا گیا ہے، جو قرآن کے قانون اساسی طے شدہ نہیں ہیں۔ شوری کی یہی قانونی حیثیت ہے جس کا اظہار امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"ان الشوری من قواعد الشرعیة وعزائم الاحکام،،

شوری شریعت کے قوانین میں سے ایک اساسی قانون اور حکومت کے فیصلوں کی بنیاد ہے۔

شوری درحقیقت رائے عامہ کا اظہار ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شوری کا مفہوم آراء کا حاصل کرنا ہے، اس کے لئے پہلے دو سمتیں متعین ہوتی ہیں۔ ایک سمت رائے لینے والے، اور دوسری طرف رائے دینے والے ہوتے ہیں۔ ایک سمت اپنی ذمہ داریوں کے دائرے

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

میں اہم معاملات سے دوچار ہے،اوراس سلسلے میں وہ دوسرے سمت کے لوگوں سے رائے طلب کرتے اورسلامتی اورکامیابی کے لئے ایک فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں۔بس اس کا نام شوری ہے۔

اسلامی قانون میں پہلی سمت سربراہ حکومت ارکان اورارباب حل وعقد پر مشتمل ہے اوردوسری سمت میں بالعموم تمام امت شامل ہے۔

علامہ ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے شوری کے متعلق جوتصریحات پیش کی ہیں ان کے مطابق ری اظہاررائے کے اس مطالبے کا نام ہے جس کا خطاب امت کے افراد سے ہو،جس کے ماتحت امت کے افراد اجتماعی صورت میں آپس میں مل کر بیٹھیں۔ملکی معاملات کی بہتری کے لئے اپنی عقل واجتہاد سے کام لیں۔اس اصول کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب حکومت کے ارکان اورامت کے قابل اعتماد افراد اپنے بہترین فائدوں کے لئے جمع ہوکر رائے طلب کریں اوررائے دیں تو سمجھا جائے گا کہ شوری اپنی حقیقت کو پیش کررہا ہے۔چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ:۔

"بناء المشورة استخراج ماعندهم من العلم بالاصلح بتلاحق الافكار"،(تفسیر مظہری ،ج۲۔ص۱۶۲)

مشورے کی بنیاد مختلف آراء کوملاکرعلم کے ذریعے ایک اچھی رائے کادریافت کرنا ہے۔

مجلس شوری بحیثیت مقنّنہ

مجلس شوری کا قانون سازی کادائرہ یعنی اس کے مقننہ ہونے کی حیثیت ان ملکی معاملات اورانتظامی مسائل میں ہوگی جن کے بارے میں قرآن وسنت کی کوئی واضح نص موجودنہ ہو،اوروہ تمام امورجن کے بارے میں شریعت الہیہ کوئی حکم جاری کرچکی ہے اس کے قانون سازی کے اختیار سے باہرہوں گے۔جب مفادملت کے لئے کسی قانون کی ضرورت پیش آئے گی تو مجلس شوری کا فرض ہوگا کہ سب سے پہلے ماخذ شریعت میں زیرغور مسئلے کے متعلق کوئی اصول رہنمائی تلاش کریں،اگرایسا اصول مل جائے تو مجلس شوری کا کام یہ ہوگا کہ شرعی اصول کی رہنمائی میں قانون وضع کریں،لیکن شوری کواکثر ایسے مسائل سے واسطہ پڑے گا جن کے بارے میں بظاہر شریعت خاموش ہے،اس لازمی شرط کے ساتھ کہ وضع قانون کے مرحلے میں روح اسلام اورامت مسلمہ کے عمومی مفادکومدنظر رکھا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجلس شوری کے ارکان کوقرآن وسنت کے نصوص کا علم بھی ہونا چاہئے ۔وہ

تکتل مصرفی لتمویل عملیات التصدیر	Banking Pool for Export Credit Operations

صاحب بصیرت ہوں اور ملت کے عمرانی تقاضوں اور دنیا کے معاملات اور مسائل سے آگاہ ہوں۔

کونسل نے تجویز کیا کہ ’’مجلس شوری کو قانون عامہ کے دائرے میں قانون سازی کے اختیارات قرآن وسنت کی نصوص کے علاوہ تمام غیر منصوص امور میں دینا درست ہے۔البتہ مجلس شوری کو اجماع امت اور مذاہب خمسہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔خصوصی طور پر مذہب حنفی جس کے پیروکاروں کی پاکستان میں اکثریت ہے‘‘۔

مجلس شوری کے اراکین کی شرائط اہلیت

اس حقیقت کے پیش نظر کہ مجلس شوری میں ایسے ارکان پہنچیں جوایک اسلامی ریاست کے امور میں مشورہ دینے کے حقیقی معنوں میں اہل ہوں اور جو معاملات حکومت سے پوری طرح آگاہ ہوں۔

اسلام جس طرح مشورہ کا حکم دیتا ہے اسی طرح یہ امر بھی واجب ہے کہ وہ لوگ جن سے مشورہ لیا جائے،مشورہ دینے کے اہل ہونے چاہئیں۔ارباب حل وعقد کاایک مسلمہ تصور اسلام میں موجود ہے۔لہذا مجلس شوری کے ارکان کے لئے تعلیم اور کردار کی بنیاد پر شرائط عائد کی جانی چاہئیں،اور مجلس شوری بہت لائق اور منتخب لوگوں کی جماعت ہو،لہذا کونسل نے بالاتفاق مجلس شوری کے اراکین کی اہلیت کے سلسلہ میں حسب ذیل شرائط منظور کیں۔

۱۔مجلس شوری کا ہرامیدوار کم ازکم گریجویٹ یااس کے مساوی یافاضل درس نظامی ہو۔

۲۔امیدوار کی شہرت عام طور پرخراب نہ ہو۔

تشریح:۔

(الف) چال چلن کی شہرت کے بارے میں الیکشن کمیشن کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

(ب)امیدوار پابند صوم وصلوۃ ہوجس کی شہادت مجوزاور مؤید دونوں کی طرف سے بصورت حلف نامہ دی جائے اور خودامیدوار کوبھی ایسا حلف نامہ دینا ہوگا۔

۳۔امیدوار مجلس شوری کی کم ازکم عمر۴۰ سال ہو۔

۴۔امیدوار مجلس شوری انتخاب سے تین سال قبل پاکستان میں مقیم ہو۔

امیدوار کوخوداپنے آپ کوپیش کرنا

اس موضوع کے دو پہلو ہیں

۱۔امیدوار کا اپنے آپ کو پیش کرنا۔اور

۲۔دوسرے امیدوار کا اپنے لئے خود کنویسنگ کرنا۔

پہلے پہلو کے بارے میں کونسل کی رائے یہ ہے کہ اب بھی عملا امیدوار خود اپنے آپ کو پیش نہیں کرتا بلکہ اس کے مجوز اور مؤید اس کو پیش کرتے ہیں۔نیز علامہ الماوردی نے طلب امارت کو جائز لکھا ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

''طلب المنزلة مما بيح ليس بمكروه وفيه رغب نبى الله يوسف عليه السلام الى فرعون فى الولاية والخلافة فقال اجعلنى على خزائن الارض انى حفيظ عليم .

(کسی جائز کام سے متعلق مرتبہ کی طلب مکروہ نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے ولایت اور خلافت طلب فرمائی اور کہا کہ ملک کے خزانہ پر مجھے مامور کردو کہ میں خوب حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں)

دوسرے پہلو،کنویسنگ کے بارے میں کونسل نے سفارش کی کہ انتخابی جلوس ممنوع قرار دیا جائے۔امیدواروں کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اظہار خیال کے یکساں مواقع دیئے جائیں،نیز یہ کہ انتخابی مہم کے دوران پیدا ہونے والے مفاسد کے سدباب کے لئے فیڈرل الیکشن کمیشن ضابطہ اخلاق مرتب کرے۔

سیاسی جماعتوں کی بنیاد پر انتخاب

سیاسی جماعتوں کی بنیاد پر انتخاب کے بارے میں مفصل گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

''رائے کا اختلاف ایک فطری چیز ہے۔شریعت اسلامیہ میں اختلاف رائے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔البتہ رائے کے اختلاف کی بنیاد پر جماعتوں کا قیام اور ان کی رکنیت سازی اور پھر اس جماعتی عصبیت کی بنیاد پر کسی رائے یا موقف پر ڈٹ جانا،اور کسی دوسری جماعت کی کسی رائے یا کسی موقف کو حق جانتے ہوئے بھی اس کو اختیار نہ کرنا،فرقہ بندی یا پارٹی سسٹم کہلاتا ہے۔پارٹی سسٹم کے حق میں اور اس کی مخالفت میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا اجمالی جائزہ لینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔اس سے ہمیں نقطہ اعتدال تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔.......................(جاری ہے)

تکتل مصرفی لتمویل عملیات التصدیر   Banking Pool for Export Credit Operations